علم ہے جانِ عمل علم سے ہے شانِ عمل　　　علم ہی شانہ کشِ زلفِ پریشانِ عمل
دیدۂ عقل جو پائے کہیں پایانِ عمل　　　علم ہی علم ملے تا حدِ امکانِ عمل
باعمل تھے نہ عمل ہی نے جنم پایا تھا
عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَاءَ تو جب آیا تھا

بحثِ فی الارض خلیفہ کا یہ مضمون ہوا طے　　　پست ہیں علم کی رفعت سے ملائک کے عمل
مفتخر تھے جو وہ تسبیح پر اوّل اوّل　　　کہہ کے لا علم لنا خود یہ گرہ کر دی حل
شاہد اس فیصلۂ غیب کا قرآن ہوا
جس نے کی علم کی تحقیر وہ شیطان ہوا

علم کی نہر رواں قلزم قدرت سے بہی　　　اک نمی جس کی ہے کونین کی بالغ نگہی
علم نے گوشِ خرد میں مرے یہ بات کہی　　　میں ہوں اک وصفِ الٰہی، وہ مجازاً ہی سہی
عین ذات اُس کا ہے علم اس سے جدا ہی کب ہے
یہ جدا ہو تو خودی ہے وہ خدا ہی کب ہے

علم تخمیرِ چمن، علم شجر، علم ثمر　　　علم تقدیرِ زمن، علم قضا، علم قدر
علم نظارہ کش و ناظر و منظور و نظر　　　علم ہی پردہ درِ غیب و حجابِ اکبر
قابَ قوسین بھی ہے وحی کا ہمراز بھی ہے
علم محبوب کے محبوب کی آواز بھی ہے

علم نشاطۂ تخلیق کا ہے خمیازہ　　　علم آوازِ سرِ طور کا ہے آوازہ
علم اقدار کا اندازۂ بے اندازہ　　　علم روئے سحرِ کُن فیکوں کا غازہ
تا سَلُونی یہ قدامت کا مزہ تازہ ہے
علم ہی شہر ہے اور علم ہی دروازہ ہے

علم ہے کاشفِ اسرار بھی اور راز بھی ہے   طائرِ عالمِ ہُو کا پر پرواز بھی ہے
سر بسجدہ بھی ہے، سجدے میں سرفراز بھی ہے   سوزِ دل سوز بھی ہے، سازِ خدا ساز بھی ہے

جب ہو خاموش تو قرآن مبیں ہوتا ہے
بول اٹھے تو یہی روحِ امیں ہوتا ہے

منصبِ خضر پہ ہر راہ میں مامور ہے علم   دور ہے منزلِ مقصد بھی اگر دور ہے علم
جہل ہے سنگ گراں صاعقۂ طور ہے علم   چشمِ یعقوب بصیرت کے لیے نور ہے علم

ظلمتوں میں بھی وہ دیکھے گا جو ہوگا بینا
جلوہ گاہوں میں بھی پائے گا نہ کچھ نابینا

علم کے ہاتھ میں ہے توسنِ جودت کی لگام   خرد و عقل ہیں بے علم ہمیشہ ناکام
علم سے دور جو ہو اس کا ابوجہل ہے نام   اور جو ہو علم میں راسخ وہ نبی یا ہے امام

علم کی شان فقیری میں نہ شاہی میں ہے
بات سیدھی سی یہ ہے علم الٰہی میں ہے

فیض سب علمِ الٰہی سے نبی نے پایا   جو ملا حق سے نبی کو وہ علی نے پایا
سب نے ہی پایا۔ بعینہٖ نہ کسی نے پایا   پھول کا رنگ جو پایا تو کلی نے پایا

حق نے بھیجا جو نبی کے لیے حقّاً حقّا
نفس کو اپنے دیا آپ نے زقّاً زقّا

علم احمد جو شہ عقدہ کشا تک پہنچا   راست وہ سب حسن سبز قبا تک پہنچا
سبطِ اصغر کو ملا، زین عبا تک پہنچا   شکل قرآن میں آیا تھا، دعا تک پہنچا

بعد اجمال کے تشریح کی باری آئی
گھر میں سجاد کے باقر کی سواری آئی

وارثِ مسندِ احمد ہیں جنابِ باقر   جانشیں جدِ امجد ہیں جنابِ باقر
جعفری فقہ کے مسند ہیں جنابِ باقر   باقرِ علمِ محمد ہیں جنابِ باقر

بال کی کھال اتاری، رگ و ریشہ چیرا
نشترِ فکر سے ذرات کا سینہ چیرا

علم ہی علم ہے، آغاز بھی انجام بھی وہ
نور ہی نور ہے بس، صبح بھی وہ شام بھی وہ
جس کو خود کام بھی اچھا ہی کہیں، کام بھی وہ
جو محمد کا لقب نامِ خدا نام بھی وہ

دل میں محفوظ بھی ہیں، لوح میں مرقوم بھی ہیں
پانچویں ہادیِ دیں، ساتویں معصوم بھی ہیں

پارۂ مصحف اعجازِ شہ بدر و حنین
سورۂ محکم تفسیر رسول الثقلین
آنکھیں آیات کی دیکھا کریں وہ نور العین
ان کی ماں بنت حسن ان کے پدر جان حسین

کُل ائمہ میں یہی وہ دُرِ یکدانہ ہیں
اک امام آپ کے دادا ہیں تو اک نانا ہیں

ہر سخن مدرسۂ فکرِ شہ بدر و حنین
شکل انساں میں احادیث رسول الثقلین
زندگی زہد، غذا علم، یکا نصب العین
شامل کرب و بلا یوسف یعقوب حسین

راہ مولا میں جو بچپن سے کنویں جھانکے ہیں
جامۂ حق میں بصیرت کے گہر ٹانکے ہیں

دم سے ان کے حق و باطل کی رہی حد قائم
علم باقی ہے تو ہے علم کی مسند قائم
رہ گئے ان کی جد و کد سے اب و جد قائم
اک محمد سے انھیں کے ہیں محمد قائم

جد علی باپ علی دو گل گلزار علی
اس محمد کے گھرانے میں ہوئے چار علی

دے دیا ہے جو محمد نے انھیں اپنا نام
سحر و شام انھیں علم محمد سے ہے کام
جب تو ہے چشم نبی میں وہ بلند ان کا مقام
یا تو زہرا کو کیا آپ نے یا ان کو سلام

میری خاطر سے نہیں، دین کی خاطر پوچھو
جاؤ اصحاب میں ہوں گے کہیں جابر پوچھو

شکل ظاہر کے مرقع کی ہیں آیات مبیں
قد میانہ تو چمکتے ہوئے رخسار حسیں
بال بھورے کئی بل کھائے ہوئے۔ نرم جبیں
حسن یوسف میں صباحت تو یہ حسن نمکیں

رنگ پھیکا ہو نہ کیونکر مہ کنعانی کا
کچھ نہ ملنے میں مزہ ہے تو نمک پانی کا

چشمۂ فیض سے تھے علم کے دریا جاری   جن کی ہر موج سے کونین کو تھی سرشاری
تشنگان مے عرفاں بہ صف میخواری   فیض باری سے عطاگیر تھے باری باری
یوں تو ہونے کو صد ہا ہیں شاگردوں میں
بو حنیفہ سر فہرست ہیں شاگردوں میں

در پہ لٹتے تھے دُرِ علم جواہر دم بہ دم   مجتمع رہتے تھے ڈیوڑھی پہ طلبگار کرم
راوی و قاری و حفاظ عرب ہوں کہ عجم   بھیک سب لے کے چلے کوئی زیادہ کوئی کم
اپنی اپنی تھی طلب، صرف تھا اپنا اپنا
بخل دریا کا نہ تھا ظرف تھا اپنا اپنا

آپ کے عہد میں بنتا تھا خلافت کا کفیل   حاکم شام ہشام اہل شعار قابیل
حج کو اک بار جو آیا کہیں وہ صاحب فیل   حرم پاک میں موجود تھے یہ فخر خلیل
آل تھے آپ تو قرآن لب گویا تھا
یہ نہ ہوتے تو پھر اللہ کے گھر میں کیا تھا

اک دن اک خطبے میں ارشاد بصد ناز کیا   شکر صد شکر خدا نے ہمیں ممتاز کیا
میرے نانا کو رسالت سے سرافراز کیا   وحی کی ۔ علم دیا ۔ صاحب اعجاز کیا
جس کی عادت ہے سعادت وہ ہمیں جانے گا
جو ہمیں جانے گا اللہ کو پہچانے گا

مثل قرآن رسالت کا صحیفہ ہم ہیں   جد کی نسبت سے عبادت کا وظیفہ ہم ہیں
منتخب از رہ آیات شریفہ ہم ہیں   جب محمد کے خلف ہیں تو خلیفہ ہم ہیں
اپنا پیرو جو ہے وہ جادۂ انصاف میں ہے
جو مخالف ہے وہ شیطان کے اخلاف میں ہے

دشمن آل نبی تھا جو خرد سے عاری   جل گیا مالک جنت کے سخن سے ناری
مانع قتل حرم میں جو رہی ناچاری   منہ سے اف بھی نہ کہا اف رے تری عیاری
گھر پہ جاتے ہی تُلا ان کو بلانے کے لیے
کربلا شام کے خطے میں بنانے کے لیے

والیِ شہرِ مدینہ کو کیا خط تحریر — شام میں بھیج دے باقر کو بحسن تدبیر
جب سرِ صفحہ یہ الفاظ ہوئے تھے تسطیر — غوطہ زن خون کے دریا میں تھا ظالم کا ضمیر

نیتِ قتل، کیے دل میں جو پنہاں لکھا
ہاتھ سے اپنے یہ اپنا خطِ عصیاں لکھا

باقرِ علمِ پیمبر نے جو پائی یہ خبر — رخ کیا شام کی جانب صفتِ نورِ سحر
پیرہن علم تو دانش کا عمامہ سر پر — راحلہ رحمتِ معبود تو حق زادِ سفر

افق نور سے رہبر مع جعفر نکلا
صبحِ صادق کو لیے مہرِ منور نکلا

جادہ پیما ہوئے دونوں دل و جانِ اسلام — ایک بالقوۃ امام ایک تھے بالفعل امام
ہر قدم اٹھ کے کیا گرد نے رستے میں سلام — صبح اور شام چلے تب کہیں پہنچے سرِ شام

حق کی تبلیغ کو قرآن کے پارے اترے
شام میں منزلِ زہرا کے ستارے اترے

میہماں قصرِ ہشامی میں فروکش ہوئے جب — تین دن تک نہ ملا ان سے رعونت کے سبب
ہنس کے کہتا تھا خلافت کا گرامی منصب — ایسا کج خلق اور اپنائے خلیفہ کا لقب

باقرِ علم جو تھے حلم میں نانا کی طرح
گھر میں فرعون کے ٹھہرے رہے موسیٰ کی طرح

تیسرے روز بصد سازش و حیلہ سازی — منعقد کی گئی دربار میں تیر اندازی
ہو گئے جمع اکھاڑے کی حدوں کے غازی — بازیاں لگ کے ہوئی خوب نشانہ بازی

ذوقِ شاہی سے بن آئی تھی کمانداروں کی
تیر تکوں پہ تھی گزران خطا کاروں کی

آئی بھرپور جوانی پہ جو وہ محفلِ عام — طلبی شہ کی ہوئی، آئے سرِ بزم امام
طنز کے لہجے میں بولا لبِ باطل سے ہشام — اے یداللہ کے دلبر، پسرِ خیرِ انام

اہلِ اعزاز بھی ہو، وارثِ اعجاز بھی ہو
تابعِ حکمِ قضا، تم قدر انداز بھی ہو

بولے باقرؑ کہ ضعیفوں میں یہ طاقت ہے کہاں　　خود مری پشت ہے ہونے کو کوئی دن میں کماں
عذر یہ سن کے بھی چھوڑی جو نہ اس شوم نے جاں　　تب بڑھے کس کے کمر لے کے کماں شاہ زماں
اس ستمگار کے تار رگ جاں کو کھینچا
یوں جگر گوشۂ حیدر نے کماں کو کھینچا

سر کیا تیر نشانے کی طرف سر سے چلا　　قلبِ نقطہ میں در آیا صفت تیر قضا
دوسرا۔ پہلے کے سوفار میں جا کر بیٹھا　　تیسرا۔ دوسرے پیکان کی چٹکی میں گڑا
کھو گئی عقل یہ فن دیکھ کے بے پیروں کی
شاخ در شاخ جو چھڑ بن گئی نو تیروں کی

نو فلک جھک کے پکارے کہ مہارت دیکھو　　نو بنو طرز ہیں، نو تیروں کی صورت دیکھو
سب کے نتھنوں میں دیے تیر یہ جرأت دیکھو　　تیر ہو جاؤ، نہ بے وجہ ندامت دیکھو
دل کا ارماں نہ دلِ شعلہ فشاں سے نکلا
وقت ہاتھوں سے گیا، تیر کماں سے نکلا

بادشہ تیر الم دل پہ جو کھائے ہوئے تھا　　شرم سے دشمنِ دیں آنکھ چرائے ہوئے تھا
ہاتھ ماتھے پہ رکھے، سر کو جھکائے ہوئے تھا　　آستیں جانِ یداللہ چڑھائے ہوئے تھا
وقت کہتا تھا کہ دولت پہ زوال آیا ہے
آفتابِ شہِ مرداں کو جلال آیا ہے

مصلحت بیں تھا ہوا بڑھ کے بغلگیر ہشام　　کس لجاجت سے یہ کی عرض کہ یا شاہِ انام
عبدِ ناچیز غلام آپ امام ابن امام　　بیٹھیے چل کے اُدھر تخت پہ لے عرش مقام
تخت کا بخت پھرا، سرورِ ذیشاں بیٹھے
صورتِ نقشِ نگیں فخرِ سلیماں بیٹھے

قدرداں بن کے تصنع سے خلیفہ نے کہا　　کیسے حضرت یہ ہنر آپ نے کس سے سیکھا
بولے باقرؑ کہ ہمیں سیکھنے کی حاجت کیا　　کس نے جبریل کو پرواز بتائی یہ بتا
مور کو شعبۂ آواز سکھایا کس نے
شیر کو صید کا انداز سکھایا کس نے

لوگ سیکھیں گے یہ انداز، بھلا سیکھ تو لیں
طرز جبریل کو شہباز، بھلا سیکھ تو لیں
لال، داؤد کی آواز، بھلا سیکھ تو لیں
ناخدا، نوح کا اعجاز، بھلا سیکھ تو لیں
مکتب حق میں جو قرآں مع تفسیر پڑھے
نہ وہ لکھے نہ پڑھے اور خطِ تقدیر پڑھے

اپنی رحمت سے جسے چاہے وہ ہر جوہر دے
ہو صدف پر جو نظر، موتیوں سے منہ بھر دے
ظرف ہی جس کا ہو ہلکا وہ اسے کیونکر دے
موت آجائے جو چیونٹی کو کہیں پر دے
ہم کو ہر وصف دیا، جوہر قابل ہم ہیں
فلک علم ہے گیتی، مہ کامل ہم ہیں

عرض کی اس نے کوئی اس کی سند یا شہ دیں
بولے اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آیا کہ نہیں
نعمتیں ختم جو ہیں، وہ ہیں یہی علم و یقیں
یہ در علم کی میراث ہیں، وارث ہیں ہمیں
تم نے چھینے یہ شرف، اہل خدا ہو نہ گئے
بت مسلط تھے حرم پر تو خدا ہو نہ گئے

بے جھجک صاف جو حق بات تھی جاری لب پر
دنگ تھا جرأت اخلاق پہ وہ بانی شر
آتش بغض و حسد سے جو بھڑکتا تھا جگر
دل سلگتا تھا سر بزم کہ جلتا تھا اگر
دیر تک سوزش جاں سب سے چھپائی اس نے
غیظ جس وقت گھٹا، بحث بڑھائی اس نے

ایک مورث کے ہم اور آپ ہیں دونوں دلدار
پھر ہیں کیوں فاضل و مفضول یہ کیا ہے اسرار
ہنس کے مولا نے کہا، حکم خدائے غفار
دیکھ وہ شاخ میں ہیں پہلو بہ پہلو گل و خار
کیا بھلا ریت میں قطرے کا اثر ہوتا ہے
وہی قطرہ ہے صدف میں جو گہر ہوتا ہے

ان جوابات مدلل سے وہ عاجز جو ہوا
عاجزی سے یہ کہا اے شہ اعجاز نما
کوئی حاجت ہو تو فرمائیں امام دوسرا
بولے کچھ ہم کو نہیں چاہیے، رخصت کے سوا
آن کی آن میں پوری جو یہ امید ہوئی
شام سے گھر کو چلے، رجعت خورشید ہوئی

رخ کیے تھے جو مدینے کی طرف علم کے در — پہلی منزل پہ نظر آئے ہزاروں اکفر
فکر جعفر کو ہوئی، خیر سے کیسا ہے یہ شر — باقرِ علم نے دی علمِ امامت سے خبر
خلق اک پیر سے ملنے کو یہاں آئی ہے
کل کو جو کچھ بھی وہ ہو۔ آج تو عیسائی ہے

خیمہ انداز تھا جس کوہ پہ وہ مردِ خدا — آ گئے بڑھ کے اسی کوہ پہ فخرِ موسیٰ
پیر وہ اپنے مریدوں کا، نحیف اتنا تھا — جیسے تشریحِ بدن میں کسی تن کا ڈھانچا
پہلے آنکھوں کی پہیلی نہ کسی نے بوجھی
پٹی باندھی گئی ابرو پہ تو پتلی سوجھی

کی نظر اس نے ابھر کر جو اِدھر اور اُدھر — مردِ غیر کو پہچان گیا اہلِ نظر
کر کے انگلی سے اشارہ یہ پکارا اٹھ کر — تم ہو کون، آئے ہو کیوں، کس لیے نہوڑائے ہو سر
فرض ہے زندہ دلی، کس لیے مغموم سے ہو
قوم عیسیٰ سے ہو یا امتِ مرحوم سے ہو

بولے ہم امتِ مرحوم سے ہیں، غم کیسا — عرض کی عالمِ دیں ہو کہ شریکِ جہلا
بولے حضرت جہلا سے نہیں یہ عبدِ خدا — اس نے پوچھا کہ پھر اس پیر سے کچھ پوچھیے گا
ہم کو سب علم ہے لا سے کہ نعم سے پوچھیں
آپ بولے کہ نہیں، آپ ہی ہم سے پوچھیں

بولا وہ، لوگ یہ اللہ کی قدرت دیکھیں — سرِ محفل یہ مسلماں کی جسارت دیکھیں
مجھ سے عالم کی یہ تحقیر، یہ جرأت دیکھیں — اب میں کیا پوچھتا ہوں آپ سے حضرت دیکھیں
کون سا وقت وہ ہر روز کی ساعات میں ہے
ہے زمانے میں، مگر دن میں نہ وہ رات میں ہے

ہنس کے فرمایا کہ مابعدِ اذاں قبلِ طلوع — جبکہ پو پھٹنے کو ہو، چاند ہو مائل بہ رکوع
ظلمتیں بھاگتی ہوں، روشنی ہوتی ہو شروع — خود بخود آئے طبیعت میں صفا، دل میں رجوع
روزِ جنت میں کچھ ایسا ہی سویرا ہوگا
دھوپ ہوگی نہ وہاں اور نہ اندھیرا ہوگا

عرض کی اس نے کہ لاریب درست اور بجا
اب یہ فرمایئے اسلام کو ہے یہ دعویٰ
خلد میں کھائیں پئیں گے جو بشر آب و غذا
رفع حاجت کی نہ ہوگی کوئی حاجت اصلا
دل میں منکر کے بھی یہ بات بٹھا سکتے ہو
کوئی دنیا میں مثال اس کی بتا سکتے ہو

مسکراتے ہوئے بولے یہ شہ نیک خصال
اس کی تمثیل جو پوچھے وہی خود اس کی مثال
عالم حمل میں جو خون ہے روزیٔ حلال
اس کا فضلہ کہاں جاتا ہے، کہو کیا ہے خیال
عرض کی۔ تم نے کہا تھا علما سے میں نہیں
بولے لفظیں نہ بدل۔ ہاں جہلا سے میں نہیں

سن کے یہ غرق عرق ہوگئی راہب کی جبیں
عرض کی اور بھی اک بات کا مشکل ہے یقیں
میوۂ خلد عجب ہے کبھی گھٹتا ہی نہیں
جتنا کھاتے رہو پھر اتنے کا اتنا ہے وہیں
بولے بٹ جائے تجلی تو وہ کیا گھٹتی ہے
شمع سے شمع جلائیں تو ضیا گھٹتی ہے

اس نے بھلا کے کہا اب کی میں پوچھوں گا وہ بات
جس کے مطلب کو بھی سمجھو گے نہ تم تا بحیات
یہ بتاؤ تو بھلا کون تھے وہ دو خوش ذات
ساتھ پیدا ہوئے اور ساتھ مرے نیک صفات
مرگ و میلاد کا اک وقت تھا اور اک دن تھا
پھر بھی مرتے ہوئے اک پیر تھا اک کم سن تھا

ہنس کے فرمایا عزیرا اور عزیر ذی جاہ
توام آئے تھے، رہے تیس برس پھر ہمراہ
پھر عزیر اڑ گئے اک بحث میں ایسی ناگاہ
سب کو جائز ہے، مگر حدِ نبوت میں گناہ
دی سزا موت کی یہ مصلحت مولیٰ ہے
ترکِ اولیٰ کا ہو کیا ذکر کہ ترک، اولیٰ ہے

سو برس بعد جِلائے گئے وہ نیک صفات
تھی سن و سال دم مرگ میں تازہ یہ حیات
ایک سو تیس برس کے تھے عزیزِ خوش ذات
اور فقط تیس برس کے یہ رفیع الدرجات
موت ساتھ آئی تو یہ فرق عیاں تھا اُس دم
ایک بھائی تھا ضعیف ایک جواں تھا اُس دم

ان جوابات سے راہب کو پسینہ آیا — قوم سے اپنی مخاطب ہوا اور چلایا
میری تذلیل کو خود تم نے انھیں بلوایا — وائے اے قوم نصاریٰ مجھے یوں ترسایا
اب کوئی شے نہ کسی دیر نشیں سے پوچھو
پوچھنا تم کو ہے جو کچھ وہ انھیں سے پوچھو

کہہ کے یہ پیر اٹھا، لوگ گئے اپنے گھر — پردۂ شب میں پھر آیا سوئے باقر چھپ کر
عرض کی آپ کا کیا نام ہے اے نیک سیر — بولے مولا کہ محمد ہے یہ عبد داور
عرض کی آپ کے مشتاق تو ہم بے حد تھے
کیا نبی آپ ہیں؟ فرمایا وہ میرے جد تھے

اس نے کی عرض کہ اے برج معارف کے قمر — ایلیا کے ہیں پسر آپ؟ علی کے دلبر
بولے ہاں، پوچھا کہ شبیر ہو یا شبر — ہوا ارشاد، نہ یہ اور نہ وہ، ان کا جگر
تشنہ علم ہوں عرفاں کا پیاسا ہوں میں
پوتا شبیر کا شبر کا نواسا ہوں میں

اس نے کی عرض کہ یہ علم و ہنر فکر و نظر — وحی و الہام کا تحفہ ہے کہ ذاتی جوہر
بولے باقر کہ یہ ہے خاص عطائے داور — علم کے شہر محمد ہیں، علی علم کے در
ہیں وہ سب علم لدنی جو پیمبر کو ملے
شہر سے در کو ملے، در سے بڑھے گھر کو ملے

سن کے یہ اپنے عمل پر وہ پشیمان ہوا — علم کی ضرب سے بیدار جو ایمان ہوا
باتوں باتوں میں یہ رحمت کا بھی سامان ہوا — دن میں تھا منکر حق، شب میں مسلمان ہوا
سنگریزہ تھا جسے تاب ملی دُر کی طرح
چند ساعات میں دن اس کے پھرے حر کی طرح

اڑ گئی مثل صبا شام میں راہب کی خبر — کی نصاریٰ نے خلیفہ سے شکایت جا کر
آل پر ظلم کی اک راہ جو یہ آئی نظر — قید عابد کے اعادے پہ تلا بانی شر
خوب روح اسداللہ کو خورسند کیا
نور عینین محمد کو نظر بند کیا

تن نظر بند ہوئے اور لب حق گو آزاد — قید خانے میں کھلا مکتب درس و ارشاد
دن بدن بڑھنے لگی اہلِ ولا کی تعداد — ہل گیا سن کے خبر قصرِ خلافت بنیاد
پھر تشدد کا نہ فرمان مکرر بھیجا
مثلِ سجاد رہا کر کے انھیں گھر بھیجا

روح زینب نے کہا شکر ہے ربِ اکبر — شام کی قید سے آیا مرا باقر چھٹ کر
اس مسافر کے فدا لوٹ کے آیا جو نہ گھر — ہائے بھائی مرے مذبوح تھا تشنہ جگر
کشتی آل لٹی، حق کا سفینہ اجڑا
تم سدھارے جو سفر کو تو مدینہ اجڑا

ساتھ باقر کے جو تھا پھر کے وہ جعفر آیا — ماں ہوئی کوکھ سے ٹھنڈی کہ پسر گھر آیا
بھائی کے ساتھ کا کوئی نہ پلٹ کر آیا — طفلِ بے شیر نہ عباس نہ اکبر آیا
ایسے مقتل کو سدھارے کہ نہ پھر گھر پہنچے
خون میں ڈوب کے پیاسے لبِ کوثر پہنچے

کلفتیں جھیل کے باقر جو پھرے سوئے وطن — پہلے روضے پہ گئے جد کے بصد رنج و محن
رکھ کے تربت پہ عمامہ یہ کیا رو کے سخن — ناناجان دیکھ لیے آپ نے امت کے چلن
ایسی برگشتہ ہے عترت سے خدائی نانا
کلمہ پڑھ کے ستاتے ہیں دوہائی نانا

آئی آواز کرو صبر مرے ماہ لقا — تم تو بچپن سے ہو اس قید کے عادی بیٹا
تادمِ حشر نہ بھولے گی وہ اعدا کی جفا — ایک رسی میں بندھا بارہ اسیروں کا گلا
وہ رسن کھینچ کے ظالم مجھے تڑپاتے تھے
تم بھی اور بالی سکینہ بھی لٹک جاتے تھے

گود میں چڑھنے کے دن تھے کہ محشر دیکھا — اپنے دادا کے گلے کو تہِ خنجر دیکھا
خیمے جلتے ہوئے اور لٹتے ہوئے گھر دیکھا — پھر حرم کو سرِ دربار کھلے سر دیکھا
یاد ہوں گی تمھیں بابا پہ جو تعزیریں تھیں
طوق گردن میں تھا اور پاؤں میں زنجیریں تھیں

بے کجاووں کے جو ناقوں پہ شقی لاتے تھے　　　تم بھی اور دوسرے معصوم بھی گر جاتے تھے
بھوک میں پیاس میں اکثر یہ غذا پاتے تھے　　　تازیانے کبھی کھاتے کبھی غش کھاتے تھے
اب کی یہ قید کچھ اس قید سے بڑھ کر تو نہ تھی
نیزے پر باپ کا سر، قید میں مادر تو نہ تھی

کربلا یاد کرو دل کو سنبھالو بیٹا　　　اور کچھ دن کی ہے تکلیف اٹھا لو بیٹا
اپنے غم کو غم شبیر میں ٹالو بیٹا　　　ذکر اکبر کا کرو اشک بہالو بیٹا
ہم بہت جلد ہیں اب پاس بلانے والے
رونے والے تجھے روئیں گے زمانے والے

دل کو تسکین ہوئی گھر کو پھرے شاہ زمن　　　خدمت دیں میں بسر کرتے رہے بسرّ و علن
تھا امامت کا طلبگار جو زید ابن حسن　　　مل گیا جا کے خلیفہ سے خدا کا دشمن
شام سے خوب یہ سوغات وہ پُرفن لایا
نذر کو زہر بھرے زین کا توسن لایا

جیسے ہی رخش پہ اسوار ہوئے شاہ زمن　　　اثر زہر سے مرجھانے لگا گل سا بدن
بولی قسمت کہ نواسے کو ملا ارث حسن　　　دفعتہً کانپ گیا بنت نبی کا مدفن
آئی آواز کہ پھر خستہ جگر کو لوٹا
چرخ نے پھر مرے شبیر کے گھر کو لوٹا

زین پُر زہر سے اترے تو چڑھا تن پہ ورم　　　بولے جعفر سے کہ بچنے کے نہیں ہیں اب ہم
سن کے یہ گھر میں مچا حشر ہوا وہ ماتم　　　صورت زینب و کلثوم تڑپتے تھے حرم
شور تھا خلق سے مولائے زمن جاتے ہیں
آج پھر فاطمہ کے گھر سے حسن جاتے ہیں

تیسرے دن جو کیا زہر نے حد درجہ نڈھال　　　بولے یہ جعفر صادق سے کہ اے وارث آل
عازم خلد ہے یہ عبد خدائے متعال　　　اب مرا جامۂ احرام نکالو مرے لال
اسی چادر کا کفن مجھکو پنھانا بیٹا
پاس بابا کے مری قبر بنانا بیٹا

گھر میں کُل آٹھ سو درہم ہیں مرے مال تھا — وہ بھی سب وقف کیے ہم نے پئے اہل عزا
دس برس خاص منا میں مرا ماتم ہو بپا — مشتہر حال ہو سب آل کی مظلومی کا
مثل تقریب نہ ہو، غم ہو غم دہم کی طرح
روئیں ذی الحجہ میں محب ماہِ محرم کی طرح

دوستو حضرت باقر کی وصیت کو سنا — دے گئے زیست میں فرزند کو سامان عزا
وائے بر غربت و ناچاری شاہ شہدا — کس سے فرمائیں کہ لاشے پہ مرے کیجو بکا
دل کو معلوم ہیں جو ظلم ہیں ہونے والے
شام کو روتے چلے جائیں گے روتے والے

ہائے وہ نزع کا ہنگام وہ عابد کا پسر — سربالیں وہ جگر بند رکھے گود میں سر
دل شکستہ نے جو یٰسین پڑھی رو رو کر — بولے مولا، میں فدا صبر کرو نور نظر
سونپ کر دین تمھیں جاتا ہے باقر، بیٹا
انا للہ ۔ خدا حافظ و ناصر بیٹا

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب — باقر علم نبی کا دم رحلت ہے قریب
فاطمہ پیٹتی ہیں سر کو وہ آفت ہے قریب — روح شبیر تڑپتی ہے، شہادت ہے قریب
کنبہ رونے کے لیے آل کے گھر آپہنچا
اثر زہر دغا تا بہ جگر آپہنچا

لو یہ کون آئے کہ رویت کو دم آنکھوں میں رکا — کس کی تسلیم کو یہ ہاتھ اٹھا باقر کا
کون یہ بی بی ہیں کرتی ہوئی آئیں جو بکا — گھر میں سب رونے لگے آل میں کہرام مچا
شبر و حیدر و زہرا و نبی روتے ہیں
اپنے پوتے کو حسین ابن علی روتے ہیں

غل مدینے میں ہوا ہائے سدھارے باقر — اٹھ گئے گلشن ہستی سے ہمارے باقر
بستۂ طوق و سلاسل کے دلارے باقر — روح شبر کا ہے نوحہ مرے پیارے باقر
زہر کس چال سے غدار نے بھیجا افسوس
کٹ گیا میری طرح تیرا کلیجا افسوس

مادر جعفر صادق تھیں بکھرے ہوئے بال　　بین کرتے تھے تڑپ کر حرم نیک خصال
بی بیاں دیتی تھیں پرسا جو دم رنج و ملال　　روتے تھے وہ، جنھیں عاشور کا معلوم تھا حال
پرسا جو دیتے وہ مقتل میں پڑے سوتے تھے
طفل تک سیلیوں کے ڈر سے نہیں روتے تھے

ہائے وہ میت مسموم وہ جعفر کا محن　　ہاتھ سے باپ کو بیٹے نے دیا غسل و کفن
قبر اطہر کو ملا پہلوے سجاد و حسن　　جان ذاکر کی ہو قربان شہ تشنہ دہن
کون مقتل سے اٹھاتا تن صد پاش حسین
اربعیں تک رہی بے غسل و کفن لاش حسین

کون اسے دفن کرے جس کا نہ بھائی نہ پسر　　کیا کفن دے وہ بہن چھن گئی جس کی چادر
کون دے غسل اسے قید ہو جس کا سب گھر　　ہائے وہ جلتی ہوئی ریت وہ جسم بے سر
سب لٹیرے تھے وہ سفاک زمن کیا دیتے
پیرہن لاش کا لوٹا تو کفن کیا دیتے

دفن کر کے جو بقیعے سے پھرے اہل عزا　　مرقد حضرت باقر سے اٹھا شور بکا
روئے یہ کہہ کے گلے مل کے شہ کرب و بلا　　میرے اصغر کے بھتیجے تری گردن کے فدا
اثر ظلم گلے سے یہ عیاں ہے اب تک
رسن ظلم سے چھلنے کا نشاں ہے اب تک

میرے سجاد کے دلدار مرے مہ پارے　　تمکو شاباش کہ بچپن میں نہ ہمت ہارے
یوں بھلائے شرف اعدا نے تمہارے سارے　　حق تو صلوات پڑھے شمر طمانچے مارے
خلد میں جا کے جو نانا کی زیارت کرنا
یہ رہے دھیان نہ امت کی شکایت کرنا

حضرت جعفر مغموم نے مابین منا　　مجلسیں دھوم سے کیں حسب وصیت برپا
حج کو جو آئے وہ سنتے رہے ذکر شہدا　　قوم نے جامۂ احرام میں سر کو پیٹا
قید تھی ظلم کی تاریخ جواب تک گھر میں
اب پہنچنے لگی مکے سے وہ دنیا بھر میں

ساری دنیا کے بشر جس میں جو کرتے تھے شمول — غایت ظلم سے وہ رہ گئے تھے مجہول
تھا بھی کچھ علم تو یہ، مارے گئے ابن بتول — یہ نہ معلوم تھا کیا کیا ہوئی توہین رسول

قید تجویز ہوئی آل رسالت کے لیے
لاشیں پھلی گئیں ہاشم کی اہانت کے لیے

ذاکروں نے جو کیے بیٹھ کے منبر پہ بیاں — یہ بھی تھا ان میں کہ مارے گئے جب شاہ زماں
بی بیاں رہ گئیں اور ایک مریض بے جاں — اُن کے شانوں میں رسن اِس کے لیے طوق گراں

شام میں آل محمد کی یہ توقیر ہوئی
بے ردا کوچہ و بازار میں تشہیر ہوئی